ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY



AIOU LIBRARY

Name:

Registration No.:

Course Code: 2959

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: مختصر تفسیر کا تعارف (2959) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بونس: 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: احکام القرآن تھانوی کا منہج واسلوب (20 نمبر)

سوال نمبر 1: احکام القرآن (تھانویؒ) کا منہج واسلوب بیان کریں۔ (20)

تعارف

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (وفات 1943ء) برصغیر کے ان اکابر علماء میں سے ہیں جنہوں نے تفسیر، فقہ، تصوف اور اصلاحِ معاشرہ ہر میدان میں وقیع خدمات انجام دیں۔ احکام القرآن ان کی علمی زندگی کے اہم منصوبوں میں سے تھا جس میں آیاتِ احکام کی جامع فقہی تفسیر پیش کرنا مقصود تھا۔ یہ کتاب ان کی نگرانی و ہدایت میں مرتب ہوئی اور اس کے مختلف حصے ان کے ممتاز تلامذہ و معاونین نے طے کردہ اصولوں کے مطابق تحریر کیے اور وہ اس پر نظرِ ثانی فرماتے رہے؛ اسی نسبت سے یہ تفسیر ان کے نام سے مشہور ہوئی اور فقہی تفاسیر کی صف میں اردو داں و عربی داں دونوں طبقوں کے لیے اہم ماخذ بنی۔ اس جواب میں پہلے اس تفسیر کا پس منظر و تعارف بیان کیا جائے گا، پھر اس کا منہج یعنی مسائل اخذ کرنے کا طریقہ اور تحقیقی اصول، اس کے بعد اسلوب یعنی طرزِ تحریر و ترتیب کی خصوصیات، آخر میں اس کے امتیازات و اثرات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ تعارفی تفصیلات میں محتاط بیان اختیار کیا گیا ہے اور انہی باتوں پر زور دیا گیا ہے جو اہلِ علم میں عام طور پر اس تفسیر کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں۔

پس منظر: برصغیر میں آیاتِ احکام کی تفسیر کی ضرورت

برصغیر کے علمی ماحول میں انیسویں و بیسویں صدی عیسوی کے دوران نئے چیلنجز پیدا ہوئے: انگریزی قانون کی بالادستی، جدید تعلیم یافتہ طبقے کے شبہات، معاشی و سماجی زندگی میں آنے والی تبدیلیاں اور فقہی مسائل پر عوامی سطح کے سوالات۔ ان حالات میں ایسی فقہی تفسیر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی جو آیاتِ احکام کی روشنی میں عبادات کے ساتھ معاملات، معاشرت اور اخلاق کے مسائل بھی دلائل کے ساتھ بیان کرے اور فقہ حنفی کو نصوص سے مربوط کر کے پیش کرے۔ مولانا تھانوی کا علمی مزاج اس ضرورت کے عین مطابق تھا، کیونکہ وہ فقہ کو قرآن و سنت سے جوڑنے، مسائل کو ان کے دلائل سمیت سمجھانے اور عوام کی دینی رہنمائی کو اپنا اصل مقصد سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں احکام القرآن کا منصوبہ ایک جامع دائرے کے ساتھ سامنے آیا جس میں صرف چند مشہور آیات نہیں بلکہ تمام آیاتِ احکام کو سورتوں کی ترتیب سے زیرِ بحث لایا گیا اور ہر آیت کے تحت اس سے اخذ ہونے والے مسائل کو منظم صورت دی گئی۔ اس پس منظر کو سمجھے بغیر اس تفسیر کے منہج کی اصل روح سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کتاب محض علمی ورزش نہیں بلکہ ایک دور کی دینی ضرورت کا جواب تھی۔

منہج کی پہلی خصوصیت: آیت سے مسئلہ اخذ کرنے کا منظم طریقہ

احکام القرآن تھانوی کے منہج کی سب سے نمایاں خصوصیت مسئلہ بندی کا منظم طریقہ ہے۔ ہر آیت کے تحت پہلے آیت کا مفہوم و سیاق واضح کیا جاتا ہے، پھر اس سے مستنبط مسائل کو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا جاتا ہے تاکہ قاری کو ہر مسئلہ اس کی دلیل سمیت مل جائے۔ مسائل کی ترتیب میں عموماً عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقی احکام کی منطقی پیش کش پائی جاتی ہے۔ استنباط میں کتاب اللہ کو اصل بنایا جاتا ہے، اس کے بعد سنت سے اس آیت کی تفسیر و تطبیق پیش کی جاتی ہے، پھر صحابہ و تابعین کے آثار اور فقہاء کے اقوال لائے جاتے ہیں۔ حنفی فقہ کو بنیاد بنایا گیا ہے مگر دیگر ائمہ کے اقوال بھی ذکر کیے جاتے ہیں اور جہاں ضرورت ہو ترجیح و تطبیق کی کوشش کی جاتی ہے۔ مسائل اخذ کرنے میں ظاہری الفاظ کے ساتھ ساتھ آیت کے اشارے و اقتضاء کو بھی کام میں لایا گیا ہے، کیونکہ بعض اہم سماجی و اخلاقی احکام آیات کے ضمنی مفاہیم سے حاصل ہوتے ہیں جنہیں عام تفسیر بسا اوقات نظر انداز کر دیتی ہے۔ تھانوی مکتب کی علمی پہچان یہی ہے کہ آیت کے ہر پہلو سے رہنمائی کشید کی جائے۔

منہج کی دوسری خصوصیت: دلائل کی تحقیق اور فقہی موازنہ

اس تفسیر کے منہج میں دلائل کی تحقیق کو مرکزی درجہ حاصل ہے۔ حدیث کو پیش کرتے وقت اس کی سند و درجے کی طرف توجہ دی جاتی ہے، مختلف روایات کو یکجا کیا جاتا ہے اور تعارض کی صورت میں جمع و تطبیق یا ترجیح کے اصولی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ فقہی موازنے میں اسلوب یہ ہے کہ حنفی مذہب کی دلیل کو قرآن کی آیت اور احادیث کی روشنی میں قوی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، مگر مخالف اقوال کو حذف نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں ذکر کر کے علمی جواب دیا جاتا ہے۔ اس تفسیر میں اصولِ فقہ کی اصطلاحات بھی جابجا کام آتی ہیں، مثلاً عام و خاص، مطلق و مقید، امر کا تقاضا اور نہی کے اثرات، جن سے طالب علم کو مسئلے کی اصولی بنیاد سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ مسائل کے بیان میں اجتہادی وسعت اور مسلکی پابندی کے درمیان توازن رکھا گیا ہے: جہاں نص واضح ہے وہاں دوٹوک موقف ہے اور جہاں معاملات اجتہادی ہیں وہاں اختلاف کی حیثیت واضح کر دی گئی ہے۔ اس منہج نے برصغیر کے اہلِ علم کو یہ سکھایا کہ فقہ کی خدمت کا صحیح طریقہ دلائل سے وابستگی ہے، محض تقلیدی جمود یا بے جا آزادی دونوں اس راہ میں رکاوٹ ہیں۔

اسلوبِ تحریر: سادگی، جامعیت اور اصلاحی رنگ

اسلوب کے اعتبار سے احکام القرآن کی تحریر علمی عربی زبان میں ہے مگر اس کی روح اصلاحی و تربیتی ہے۔ مولانا تھانوی کی تحریروں کی پہچان یعنی سادہ، رواں اور دل میں اتر جانے والا انداز اس تفسیر کے مسائل نویسی پر بھی اثر انداز ہوا ہے: طویل کلامی موشگافیوں سے اجتناب، غیر ضروری تکرار سے پرہیز اور ہر مسئلے کو اس کی ضرورت کے مطابق بیان کرنا اس اسلوب کے نمایاں وصف ہیں۔ جہاں کوئی مسئلہ عوامی زندگی سے قریب ہوتا ہے وہاں اس کی عملی صورت اور احتیاطیں بھی بیان کر دی جاتی ہیں، اور جہاں کوئی شبہہ عوام میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اس کا ازالہ بھی علمی انداز میں کیا جاتا ہے۔ تفسیر میں بڑی تعداد میں مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، اسی لیے بعد کے اہلِ علم نے اسے آیاتِ احکام کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت سے دیکھا اور اپنی تصانیف میں اس سے حوالے دیے۔ اسلوب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ مسائل کو صرف فقہی جواز و عدم جواز تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ان کی حکمت و روحانیت کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں، کیونکہ تھانوی مکتب کے نزدیک فقہ ظاہر کی درستی کے ساتھ باطن کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ یہی اصلاحی رنگ اس تفسیر کو محض قانون کی کتاب کے بجائے تربیت کی کتاب بھی بنا دیتا ہے۔

جدول 1: احکام القرآن تھانوی کے منہج و اسلوب کا خلاصہ

پہلو	خصوصیت
بنیاد	ہر آیت سے مسائل کی منظم مسئلہ بندی؛ کتاب، سنت، آثار کی ترتیب
فقہی نسبت	حنفی فقہ اساس؛ دیگر ائمہ کے اقوال و دلائل کا موازنہ و ترجیح
تحقیق	احادیث کی جانچ، تعارض میں تطبیق و ترجیح، اصولِ فقہ کا استعمال
اسلوب	جامع و نسبتاً آسان علمی انداز، غیر ضروری طوالت سے اجتناب
مقصد	علمی خدمت کے ساتھ عوام کی اصلاح و عملی رہنمائی

امتیازات، اثرات اور علمی مقام

احکام القرآن تھانوی کے نمایاں امتیازات میں یہ باتیں شامل ہیں: اول یہ کہ اس میں آیاتِ احکام کی تقریباً جامع کوریج پائی جاتی ہے اور مسائل کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ فقہ کے طالب علم کو بیشتر روزمرہ و علمی مسائل کا جواب ایک جگہ سے مل جاتا ہے۔ دوم یہ کہ یہ تفسیر فقہ و تفسیر کے درمیان پل کا کردار ادا کرتی ہے؛ مفسرین اس سے فقہی مسائل لیتے ہیں اور فقہاء اس سے قرآنی دلائل اخذ کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ بیسویں صدی کے حنفی علمی حلقوں میں اس کتاب نے آیاتِ احکام کے مطالعے کو نصابی اہمیت دی اور بعد میں لکھی جانے والی کئی اردو و عربی کتب اسی کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اس کے علمی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اہلِ علم اسے قدیم فقہی تفاسیر جصاص، ابن العربی و قرطبی کی روایت کی جدید کڑی قرار دیتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ اپنے دور کے مسائل و نفسیات سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ البتہ طالب علم کو یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس تفسیر کی بنیاد حنفی فقہ پر ہے، لہٰذا تقابلی مطالعے میں دیگر مکاتب کی نمائندہ تفاسیر کو ساتھ رکھنا علمی توازن کے لیے ضروری ہے۔ اس توازن کے ساتھ اس کا مطالعہ فقہی بصیرت میں غیر معمولی اضافہ کرتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ احکام القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی کا منہج آیت کی بنیاد پر منظم مسئلہ بندی، کتاب و سنت و آثار سے استدلال، حنفی فقہ کی دلیل باز پیش کش، دیگر مسالک کے ساتھ علمی موازنہ اور اصولِ فقہ کے استعمال پر قائم ہے، جبکہ اس کا اسلوب جامع، نسبتاً آسان اور اصلاحی رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس تفسیر نے برصغیر میں فقہ و تفسیر کی مشترکہ روایت کو نئی زندگی دی اور یہ ثابت کیا کہ آیاتِ احکام کا مطالعہ آج بھی زندہ فقہی رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ طلبہ کے لیے اس کا سبق یہ ہے کہ کسی بھی فقہی تفسیر کو پڑھتے وقت اس کے منہج کو پہچاننا ضروری ہے، کیونکہ منہج کی پہچان ہی نتائج کی درست تفہیم کی بنیاد ہوتی ہے۔

سوال نمبر 2: مفتی محمد شفیع کے حالاتِ زندگی اور معارف القرآن کی خصوصیات (20 نمبر)

سوال نمبر 2: مفتی محمد شفیعؒ کے حالاتِ زندگی اور معارف القرآن کی خصوصیات تحریر کریں۔ (20)

تعارف

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ (1897ء تا 1976ء) بیسویں صدی کے برصغیر کے ممتاز ترین علماء میں سے ہیں، اور ان کی تفسیر معارف القرآن اردو تفسیری ادب کی سب سے مقبول و مؤثر کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی شخصیت مفتی، مدرس، مصنف، تحریکِ پاکستان کے معاون اور دارالعلوم کراچی کے بانی جیسی متعدد حیثیتوں کا مجموعہ ہے۔ اس جواب میں پہلے ان کے حالاتِ زندگی کا مختصر و مستند خاکہ پیش کیا جائے گا: خاندان و تعلیم، دارالعلوم دیوبند سے وابستگی، تدریس و افتاء، قیامِ پاکستان کے بعد کا کردار اور وفات۔ اس کے بعد معارف القرآن کے پس منظر، طرزِ تالیف اور اس کی علمی و اسلوبی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ سوانحی بیان میں عام معروف حقائق پر اکتفا کیا گیا ہے اور مبالغہ آمیز روایات سے اجتناب کیا گیا ہے تاکہ جواب تعلیمی معیار پر قائم رہے۔

خاندان، ولادت اور تعلیم

مفتی محمد شفیع 1897ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علمی و دینی گھرانہ تھا اور والد گرامی مولانا محمد یاسین دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں شامل رہے، جس کی وجہ سے انہیں بچپن سے خالص علمی ماحول حاصل ہوا۔ انہوں نے حفظ و ناظرہ کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی جہاں انہیں اس دور کے اکابر اساتذہ سے استفادے کا موقع ملا جن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے روحانی و علمی وابستگی ان کی زندگی کی نمایاں پہچان بنی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد انہوں نے دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریس کا آغاز کیا اور جلد ہی فقہ و افتاء میں ان کی مہارت نمایاں ہو گئی۔ کم عمری میں ہی ان کا شمار دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا اور فتویٰ نویسی میں ان کی تحقیق و احتیاط کی شہرت پھیل گئی۔ دیوبند کے قیام کے دوران انہوں نے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور علمی و اصلاحی مجالس و تحریروں کے ذریعے عوام و خواص دونوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ یہ دور ان کی شخصیت کی علمی بنیادوں کی تشکیل کا دور تھا جس پر ان کی بعد کی تمام خدمات کی عمارت کھڑی ہوئی۔

تدریس، افتاء اور قومی خدمات

مفتی محمد شفیع کو دارالعلوم دیوبند میں مفتی کے منصب پر فائز کیا گیا اور وہ طویل عرصے تک اس خدمت پر رہے؛ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ امداد المفتیین کے نام سے مشہور ہوا جو فقہی تحقیق کا اہم ماخذ ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ کراچی تشریف لے آئے اور یہاں انہیں مفتی اعظم پاکستان کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ پاکستان کے ابتدائی دور میں انہوں نے اسلامی دفعات و دینی رہنمائی کے حوالے سے بھی اہم کردار ادا کیا اور سرکاری و قانونی حلقوں میں شریعت کی درست نمائندگی کی کوشش کی۔ اسی دور میں انہوں نے 1951ء میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی جو آج پاکستان کے سب سے بڑے دینی اداروں میں شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے ریڈیو پاکستان سے درسِ قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا جس نے معارف القرآن کی تالیف کی راہ ہموار کی، کیونکہ عوام کا ایک بڑا طبقہ ان آسان و پراثر دروس سے مستفید ہوا اور انہی کی تحریری صورت بعد میں تفسیر کی بنیاد بنی۔ ان کی زندگی میں تدریس، افتاء، تصنیف اور ادارہ سازی چاروں خدمات بیک وقت جاری رہیں جو ان کی غیر معمولی ہمت و تنظیم کا ثبوت ہیں۔ ان کا انتقال 1976ء میں کراچی میں ہوا اور وہ دارالعلوم کراچی ہی کے احاطے میں سپردِ خاک ہوئے۔

جدول 1: مفتی محمد شفیع کی زندگی کے اہم مراحل

مرحلہ	دور / مقام	نمایاں خدمت
ولادت و تعلیم	1897ء، دیوبند	دارالعلوم دیوبند سے فراغت؛ اکابر سے استفادہ
تدریس و افتاء	دارالعلوم دیوبند	استاد و مفتی؛ امداد المفتیین کی روایت
قیامِ پاکستان کے بعد	کراچی	مفتی اعظم پاکستان؛ دارالعلوم کراچی کی بنیاد (1951ء)
تفسیری خدمت	ریڈیو دروس سے معارف القرآن تک	اردو کی مقبول عام و خاص تفسیر کی تالیف

علمی ورثے میں تفسیر، فتاویٰ و ادارہ چھوڑا	1976ء، کراچی	وفات

معارف القرآن کا پس منظر اور طرزِ تالیف

معارف القرآن کی تالیف کا پس منظر ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہونے والے دروسِ قرآن ہیں۔ مفتی صاحب ہر صبح مختصر وقت میں کسی آیت کی آسان تشریح پیش کرتے تھے جسے سننے والوں نے اس قدر پسند کیا کہ اس کی اشاعت کا مطالبہ بڑھتا گیا۔ انہی دروس کو بنیاد بنا کر پھر پوری تفسیر آٹھ جلدوں میں مرتب ہوئی جو مکمل قرآن مجید پر محیط ہے۔ طرزِ تالیف کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہر مقام پر پہلے آیات کا سلیس ترجمہ دیا گیا ہے، پھر خلاصۂ تفسیر کے عنوان سے آیات کا مفہوم آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد معارف و مسائل کے عنوان سے اس مقام کے علمی، فقہی، اخلاقی و اصلاحی نکات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس ترتیب نے تفسیر کو عام قاری اور طالب علم دونوں کے لیے قابلِ استفادہ بنا دیا: جو صرف مفہوم چاہتا ہے وہ خلاصے پر اکتفا کر سکتا ہے اور جو گہرائی چاہتا ہے وہ معارف و مسائل کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ تفسیر میں قدیم مفسرین، خصوصاً ابن کثیر، قرطبی، آلوسی و دیگر معتبر مآخذ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، تاہم مفتی صاحب نے انہیں اپنے دور کے قاری کی ضروریات اور سوالات کے مطابق نئے اسلوب میں ڈھال دیا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اسے محض ترجمہ و تلخیص نہیں بلکہ مستقل تالیف مانا جاتا ہے۔

معارف القرآن کی علمی خصوصیات

معارف القرآن کی علمی خصوصیات متعدد ہیں۔ پہلی خصوصیت فقہی مسائل کی نمایاں جگہ ہے؛ مفتی صاحب چونکہ اپنے دور کے سب سے بڑے مفتی تھے، اس لیے آیاتِ احکام کی تشریح میں انہوں نے فقہی مسائل مع دلائل بیان کیے ہیں اور حنفی فقہ کی روشنی میں جدید مسائل تک کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، جس کی وجہ سے یہ تفسیر فقہی تفسیر کے طالب علم کے لیے بھی اہم ماخذ ہے۔ دوسری خصوصیت عصری مسائل کا حل ہے: سود و بینکاری، انشورنس، معاشی نظام، سائنسی اشارات اور سماجی مسائل پر انہوں نے قرآن کی روشنی میں گفتگو کی ہے اور اشتہارات کے جواب میں جذباتی ہونے کے بجائے علمی دلائل پیش کیے ہیں۔ تیسری خصوصیت اعتدال و توازن ہے؛ کلامی و فروعی اختلافات میں ان کا رویہ متشدد نہیں، وہ مختلف آراء کا ذکر کر کے مدلل ترجیح دیتے ہیں اور بلا ضرورت کسی کی تردید و تنقیص سے گریز کرتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت مآخذ کی

صراحت ہے کہ اکثر مقامات پر اصل کتابوں کے حوالے دے دیے گئے ہیں جن سے محقق قاری اصل ماخذ تک پہنچ سکتا ہے۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ تاریخی و سیرتی واقعات میں غیر مستند روایات سے بچنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور ضعیف اسرائیلیات سے دامن بچایا گیا ہے۔ ان اوصاف نے معارف القرآن کو محققین کے لیے بھی قابلِ اعتماد بنایا ہے، صرف عوامی مقبولیت تک محدود نہیں رکھا۔

معارف القرآن کی اسلوبی و اصلاحی خصوصیات

اسلوب کے اعتبار سے معارف القرآن اردو کی سلیس، شستہ اور عام فہم زبان کا بہترین نمونہ ہے۔ مشکل علمی اصطلاحات کو بھی آسان الفاظ میں سمجھا دیا گیا ہے اور طویل نحوی و بلاغی بحثوں کو عام قاری کے لیے بوجھ نہیں بننے دیا گیا، البتہ جہاں کسی نکتے کی علمی ضرورت تھی وہاں اسے معارف و مسائل میں پوری وضاحت سے رکھا گیا ہے۔ اصلاحی پہلو اس تفسیر کی روح ہے: آیات کی تشریح کرتے ہوئے اخلاق، معاملات کی صفائی، خاندانی زندگی، رزقِ حلال اور حقوق العباد جیسے موضوعات کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے، کیونکہ مفتی صاحب کے نزدیک تفسیر کا اصل مقصد زندگیوں کی اصلاح ہے نہ کہ محض معلومات کا اضافہ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تفسیر گھروں میں درس کے لیے، مساجد کے دروس کے لیے اور انفرادی مطالعے کے لیے یکساں استعمال ہوتی ہے اور اس کے دروس و خلاصے مختلف صورتوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تراجم و اشاعت کے اعتبار سے بھی یہ اردو کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تفاسیر میں سے ہے اور دنیا بھر کے اردو دان طبقے تک پہنچی ہے۔ اس مقبولیت کا راز علمی گہرائی اور اسلوبی آسانی کا وہ اجتماع ہے جو کم کتابوں میں نصیب ہوتا ہے۔ طلبہ کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اس لیے بھی مفید ہے کہ وہ سیکھتے ہیں کہ مشکل ترین علمی مواد کو بھی سادہ زبان میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ دیوبند کے علمی ماحول میں پروان چڑھے، دارالعلوم دیوبند کے استاد و مفتی رہے، قیامِ پاکستان کے بعد مفتی اعظم پاکستان ہوئے، دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی اور 1976ء میں وفات پائی۔ ان کی تفسیر معارف القرآن ریڈیو دروس سے شروع ہو کر آٹھ جلدوں کی مکمل اردو تفسیر بنی جس کی خصوصیات میں آسان سلیس اسلوب، خلاصۂ تفسیر و معارف و مسائل کی منفرد ترتیب، فقہی مسائل و عصری سوالات کا مدلل احاطہ، اعتدال و مآخذ سے استفادہ اور اصلاحی مقصدیت نمایاں ہیں۔ یہ

تفسیر اردو تفسیری روایت کی اہم کڑی ہے اور اس کورس میں فقہی تفاسیر کے جائزے میں اس کا مطالعہ اس لیے اہم ہے کہ یہ فقہ و تفسیر و اصلاح کو یکجا کر دینے کی کامیاب کوشش ہے۔

سوال نمبر3: تبیان القرآن از علامہ سعیدی کی خصوصیات(20نمبر)

سوال نمبر3: تبیان القرآن از علامہ سعیدیؒ کی خصوصیات قلمبند کریں۔(20)

تعارف

تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ (1937ء تا2019ء) کی عظیم اردو تفسیر ہے جو معاصر اردو تفاسیر میں اپنے حجم، جامعیت اور تحقیقی اسلوب کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔ علامہ سعیدی کراچی کے معروف عالم، مدرس و مصنف تھے جنہوں نے تفسیر و حدیث و فقہ میں درجنوں کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح صحیح مسلم خاص طور پر مشہور ہے۔ تبیان القرآن ان کی زندگی کی سب سے بڑی علمی کاوش ہے جس میں انہوں نے مکمل قرآن مجید کی مفصل تفسیر پیش کی۔ اس جواب میں پہلے مصنف کا مختصر تعارف اور تفسیر کا پس منظر آئے گا، پھر اس کی علمی خصوصیات، فقہی و کلامی پہلو، اسلوب و زبان اور آخر میں اس کے امتیازات کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ چونکہ یہ ایک ضخیم و مفصل تفسیر ہے، اس کی خصوصیات کا بیان منتخب و نمائندہ نکات کی صورت میں کیا جائے گا اور ضخامت سے متعلق محتاط انداز اختیار کیا جائے گا۔

مصنف و تفسیر کا پس منظر

علامہ غلام رسول سعیدی کا تعلق پنجاب سے تھا، ابتدائی و اعلیٰ دینی تعلیم پاکستان کے معروف اداروں میں حاصل کی اور کراچی میں تدریس و تصنیف کو اپنا مستقل مشغلہ بنایا۔ ان کی علمی زندگی کا مرکز دارالعلوم امجدیہ کراچی اور اس سے وابستہ تدریسی و تالیفی خدمات رہیں۔ انہوں نے ایسے دور میں تفسیر لکھی جب اردو قاری کے سامنے کئی جدید فکری سوالات موجود تھے اور ساتھ ہی عوام کو ایک ایسی جامع تفسیر کی ضرورت تھی جو اعتقاد، فقہ، تصوف اور تاریخ و سیرت کے مباحث کو معتبر حوالوں کے ساتھ یکجا کرے۔ تبیان

القرآن اسی ضرورت کے جواب میں سامنے آئی۔ اس میں مصنف نے قدیم و جدید مفسرین کی آراء جمع کی ہیں، حدیث کی تخریج و حوالوں کا خاص اہتمام کیا ہے اور اہلِ سنت کے اعتقادی و فقہی موقف کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ تفسیر کا یہ پس منظر سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ اس کی اکثر خصوصیات اسی مقصد سے جڑی ہیں: یعنی اردو قاری کو اپنے مسلکی و اعتقادی ورثے کی جامع و مستند تفہیم فراہم کرنا اور بالمل اعتراضات کے جوابات تک رسائی آسان بنانا۔ سعیدی صاحب کی دیگر تصانیف کی طرح اس کتاب میں بھی ان کا تحقیقی مزاج اور حوالہ جاتی اہتمام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

علمی جامعیت اور مآخذ کا استعمال

تبیان القرآن کی پہلی بڑی خصوصیت اس کی علمی جامعیت ہے۔ ہر آیت کے تحت عموماً متعدد ذیلی عنوانات آتے ہیں: الفاظ کے معانی و اعراب، آیت کا ترجمہ و مفہوم، سابقہ مفسرین کے اقوال، متعلقہ احادیث باحوالہ، فقہی مسائل، اعتقادی نکات، سیرت و تاریخ کے متعلقہ واقعات اور ضرورت کے مطابق علمی اعتراضات کے جوابات۔ اس جامعیت کی وجہ سے قاری کو ایک ہی مقام پر کئی کتابوں کا خلاصہ مل جاتا ہے۔ مآخذ کے استعمال میں مصنف نے تفسیر کی قدیم کتب جیسے طبری، قرطبی، ابن کثیر، رازی، بیضاوی و آلوسی سے لے کر اردو و عربی کی جدید تفاسیر تک وسیع مطالعہ کیا ہے اور اقوال کو ان کی اصل نسبت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ احادیث کے باب میں ان کا اہتمام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ وہ حدیث کا متن، ماخذ اور درجے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس سے طالب علم کو تحقیق کی راہ ملتی ہے۔ یہ خصوصیت اس تفسیر کو درسی حلقوں میں خاص مقبولیت دیتی ہے، کیونکہ مدرس کو ایک مقام کی تیاری کے لیے کئی کتابیں نہیں کھولنی پڑتیں۔ ساتھ ہی یہ وضاحت بھی منصفانہ ہے کہ اس وسعت کے ساتھ کتاب کا حجم بہت بڑھ گیا ہے، اس لیے یہ روزانہ کے ہلکے مطالعے کے بجائے تحقیقی و درسی مطالعے کی کتاب زیادہ ہے۔

اعتقادی و فقہی خصوصیات

تبیان القرآن کی دوسری نمایاں خصوصیت اس کا واضح اعتقادی و فقہی موقف ہے۔ یہ تفسیر اہلِ سنت و جماعت کے اعتقادی اصولوں کی روشنی میں لکھی گئی ہے؛ توحید و رسالت، انبیاء و اولیاء کے مراتب، شفاعت و توسل جیسے مباحث اور دیگر کلامی مسائل میں مصنف نے قرآن و حدیث و اقوالِ سلف سے اپنے موقف کی تائید پیش کی ہے اور مخالف آراء

کے جوابات بھی تفصیل سے دیے ہیں۔ فقہی پہلو میں تفسیر کی بنیاد فقہ حنفی پر ہے؛ آیاتِ احکام کی تشریح میں حنفی مسائل دلائل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور دیگر ائمہ کے اقوال بھی موازنے کے لیے لائے جاتے ہیں۔ اسی لیے اس کورس میں فقہی تفاسیر کے تناظر میں تبیان القرآن کا مطالعہ اہم ہے، کیونکہ یہ معاصر دور کی ایک ایسی تفسیر ہے جس میں فقہی تشریح کو مرکزی جگہ حاصل ہے۔ مصنف کا انداز مناظرانہ بھی ہے اور تحقیقی بھی؛ وہ جہاں مخالف نقطۂ نظر کا جواب دیتے ہیں وہاں دلائل کی کثرت ان کا اسلوب ہے۔ طالب علم کے لیے اس خصوصیت کا سبق یہ ہے کہ اعتقادی و فقہی تفسیر لکھنا محض ذوق کا کام نہیں بلکہ وسیع مطالعے اور دلیل کی ترتیب کا تقاضا کرتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اختلاف کے جواب میں زبان و رویے کا علمی وقار قائم رکھنا ضروری ہے تاکہ تفسیر کا مقصد یعنی ہدایت و تفہیم فوت نہ ہو۔

اسلوب، زبان اور ترتیب

اسلوب و زبان کے اعتبار سے تبیان القرآن کی اردو علمی و ادبی ہے؛ عام پڑھے لکھے قاری کے لیے قابلِ فہم مگر اصطلاحات و مباحث میں تحقیقی رنگ نمایاں ہے۔ مصنف پہلے آیت یا آیات کا مجموعہ لیتے ہیں، ترجمہ پیش کرتے ہیں، پھر مفردات و ترکیب کی وضاحت، اس کے بعد عنوانات کے تحت تفصیلی بحث کرتے ہیں اور مقام کے اختتام پر اکثر مسائل کا خلاصہ یا نتیجہ بھی دے دیتے ہیں۔ بحث میں حوالوں کی کثرت، اقوال کی نسبتوں کی صراحت اور طویل استدلال اس اسلوب کی پہچان ہے۔ عام قاری کے لیے بعض مقامات کی بحثیں گہری معلوم ہو سکتی ہیں، مگر طالب علم و مدرس کے لیے یہی گہرائی اس کتاب کی اصل قدر ہے۔ تفسیر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں جدید قاری کے ذہن میں پیدا ہونے والے بہت سے سوالات، خصوصاً اعتقادی و سماجی نوعیت کے، کو براہِ راست موضوع بنایا گیا ہے، اس لیے یہ صرف قدیم مباحث کی تکرار نہیں بلکہ اپنے زمانے سے مکالمہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے تصوف و اخلاق کے نکات بھی جگہ جگہ شامل کیے ہیں جن سے تفسیر کی تربیتی جہت برقرار رہتی ہے۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ تبیان القرآن حجم و مواد کے اعتبار سے ایک تفسیری انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتی ہے جس سے مختلف سطح کے قارئین اپنے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کر سکتے ہیں۔

جدول 1: تبیان القرآن کی نمایاں خصوصیات کا خلاصہ

خصوصیت	تفصیل

لغت، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، سیرت وجوابات کا یکجا احاطہ	جامعیت
احادیث واقوال کی تخریج و مآخذ کی صراحت	حوالہ جاتی اہتمام
اہلِ سنت کے عقائد کی مدلل وضاحت و دفاع	اعتقادی موقف
فقہ حنفی کے مسائل بادلائل؛ دیگر آراء کا موازنہ	فقہی بنیاد
علمی تحقیقی اردو، عنوانات کے تحت منظم تفہیمی بحث	اسلوب

امتیازات اور علمی مقام

تبیان القرآن کے امتیازات کا جائزہ لیا جائے تو تین باتیں مرکزی نظر آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ یہ اردو کی ان گنی چنی تفاسیر میں سے ہے جو مکمل قرآن پر اس قدر تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں، ورنہ اردو کی اکثر تفاسیر اختصار کی طرف مائل رہی ہیں۔ دوسری یہ کہ اس میں درسی و تحقیقی ضرورتوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، اس لیے علماء و مدرسین اسے تدریسی تیاری میں بطور ماخذ استعمال کرتے ہیں۔ تیسری یہ کہ اس نے اردو قاری کو عربی تفاسیر کے ذخیرے سے جوڑ دیا ہے، کیونکہ قدیم مآخذ کے اہم مباحث اردو قالب میں منتقل ہو گئے ہیں۔ اس کے علمی مقام کے بارے میں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ یہ جدید اردو تفاسیر کی صف میں معارف القرآن جیسی مقبول تفاسیر کے ساتھ ایک الگ اسلوب کی نمائندہ ہے: جہاں معارف القرآن اختصار و آسانی کے لیے مشہور ہے، وہاں تبیان القرآن وسعت و تفصیل کے لیے معروف ہے۔ دونوں کے مطالعے سے طالب علم کو تفسیری اسالیب کا تقابل بھی ملتا ہے اور یہ بصیرت بھی کہ ہر دور و طبقے کے لیے تفسیر کا انداز اس کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کورس میں اسے منتخب فقہی و معاصر تفاسیر کے تعارف میں شامل کیا گیا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تبیان القرآن از علامہ غلام رسول سعیدی کی خصوصیات میں علمی جامعیت، احادیث و اقوال کے حوالوں کا اہتمام، اہلِ سنت کے اعتقادی موقف کی مدلل پیش کش، فقہ حنفی کی بنیاد پر آیاتِ احکام کی تشریح، جدید سوالات سے مکالمہ اور تحقیقی علمی اسلوب نمایاں ہیں۔ یہ تفسیر اپنے حجم و مواد کی وجہ سے درسی و تحقیقی مطالعے کی کتاب ہے اور اردو تفسیری ادب میں ایک اہم اضافہ شمار ہوتی ہے۔ طلبہ کے لیے اس کے مطالعے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ ایک ہی کتاب سے تفسیر، حدیث، فقہ و عقائد کے باہمی تعلق کی عملی مثال دیکھ لیتے ہیں اور یہ سیکھتے ہیں کہ جامع تفسیر لکھنے کے لیے کس قدر وسیع مطالعہ درکار ہوتا ہے۔

سوال نمبر4: قرض کے لیے اقرار نامہ لکھنے اور گواہی سے متعلق مسائل واحکام(20نمبر)

سوال نمبر4: قرض کے لئے اقرار نامہ لکھنے اور اس میں گواہی سے متعلق مسائل واحکام پر نوٹ لکھیں۔(20)

تعارف

اسلامی معاشی نظام کی بنیاد امانت، شفافیت اور حقوق کی حفاظت پر ہے اور اس کا سب سے روشن اظہار قرض کے معاملے کو تحریر و گواہی کے ضابطے میں لانے کی قرآنی ہدایت ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 282، جسے آیتِ دَین کہا جاتا ہے، قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے اور اسی میں قرض کو لکھنے، کاتب سے انصاف کے ساتھ لکھوانے، مدیون سے املا کروانے اور گواہ مقرر کرنے کے تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں۔ منتخب فقہی تفاسیر میں اس آیت کی تشریح میں نہایت اہم فقہی مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق آج کے دستاویزی نظام، بینکاری و کاروباری لین دین اور عدالتوں کے ثبوتی نظام سے براہِ راست ہے۔ اس جواب میں پہلے آیت کا مفہوم و پس منظر پیش کیا جائے گا، پھر اقرار نامہ یعنی تحریری دستاویز لکھنے کے احکام، کاتب و مدیون کی ذمہ داریاں، گواہی کی شرائط و تعداد اور آخر میں ان احکام کی حکمتیں و عصری اہمیت بیان کی جائے گی۔ یہ بیان فقہی اصولوں کی تعلیمی وضاحت ہے؛ کسی معین معاملے کا شرعی یا قانونی فیصلہ متعلقہ علماء و عدالتوں ہی کا اختیار ہے۔

آیتِ دَین کا مفہوم اور عمومی اصول

آیتِ دَین کا مفہوم یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی مقررہ مدت تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا اللہ نے اسے سکھایا ہے، اور جس کے ذمے حق ہے وہ املا کروائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ کمی نہ کرے، اور اگر وہ کم عقل یا کمزور ہو یا املا نہ کروا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کروا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لیے پسند کرو، تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ فقہی مفسرین اس آیت سے کئی اصول اخذ کرتے ہیں: قرض کا تحریری ثبوت اصل پسندیدہ طریقہ ہے، دستاویز میں مدت کی تعیین ضروری عنصر ہے، لکھنے میں انصاف و دیانت شرط ہے اور گواہی کا نظام اس پوری دستاویز کو قانونی و اخلاقی قوت دیتا ہے۔ مفسرین کے درمیان اس نکتے پر بھی بحث ہے کہ لکھنے کا حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب و رہنمائی کے لیے؛ جمہور نے اسے عام حالات میں ارشادی و استحبابی قرار دیا ہے مگر اس کی حکمت و اہمیت پر سب متفق ہیں، اور جہاں حقوق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو وہاں اس کی تاکید اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

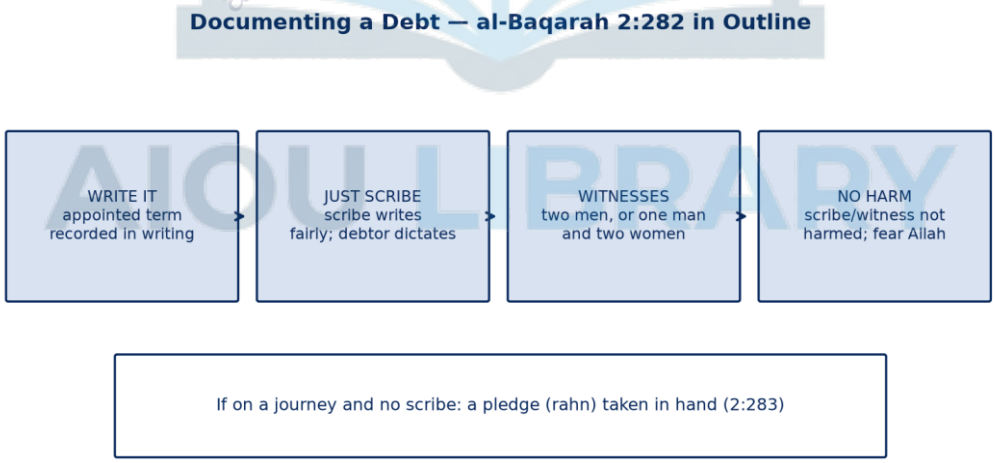

تصویر 1: آیتِ دَین (البقرہ 2:282) کے مطابق قرض کی دستاویز و گواہی کے بنیادی مراحل۔

اقرار نامہ لکھنے کے احکام و آداب

اقرار نامہ یعنی قرض کی تحریری دستاویز کے سلسلے میں فقہی تفاسیر سے درج ذیل اہم احکام حاصل ہوتے ہیں۔ اول، دستاویز میں قرض کی مقدار، جنس اور ادائیگی کی مدت واضح لکھی جائے تاکہ بعد میں کوئی ابہام نہ رہے؛ یہی ابہام اکثر جھگڑوں کی جڑ بنتا ہے۔ دوم، املا کی ذمہ داری مدیون پر رکھی گئی ہے، کیونکہ اقرار اسی کے خلاف دلیل بنتا ہے اور اس انداز سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ لکھنے والے نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ سوم، کاتب کے لیے انصاف شرط ہے؛ وہ فریقین میں سے کسی کی طرف داری نہ کرے، جو طے پایا وہی لکھے اور رضامندی کے بغیر کسی شرط کا اضافہ یا کمی نہ کرے۔ چہارم، کاتب کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ علم و مہارت اللہ کی نعمت ہے اور اس کا شکرانہ یہی ہے کہ اس سے خلق کی خدمت کی جائے؛ فقہاء نے اسی اصول سے سرکاری و پیشہ ورانہ دستاویز نویسی کے آداب اخذ کیے ہیں۔ پنجم، اگر مدیون کم سن، کم فہم یا کمزور ہو تو اس کا ولی یا سرپرست اس کی طرف سے انصاف کے ساتھ املا کروائے گا تاکہ اس کے حق کی حفاظت ہو۔ ششم، چھوٹی بڑی ہر شرعی دستاویز لکھنے میں سستی نہ کی جائے، جیسا آیت کے آخر میں ہدایت آئی ہے کہ قرض کم ہو یا زیادہ، اسے مدت سمیت لکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔ ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے معاشی معاملات کو محض اعتماد پر چھوڑنے کے بجائے مکمل تحریری ضابطے سے منظم کیا ہے۔

گواہی کی شرائط، تعداد اور ذمہ داریاں

آیت میں گواہی کا نظام بھی پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ گواہوں کی تعداد اصل میں دو مرد ہیں اور ان کے نہ ملنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کی گئی ہیں؛ اس صورت کی حکمت آیت نے خود بیان کر دی ہے کہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے، یعنی یہ ترتیب عورت کے مرتبے کی کمی نہیں بلکہ اس دور کے سماجی ماحول میں یادداشت کی عملی حفاظت کا انتظام ہے، جیسا کہ مفسرین نے وضاحت کی ہے۔ گواہ کے لیے ضروری اوصاف میں عاقل و بالغ ہونا، معاملے کو سمجھنا اور عند الطلب گواہی دینے کے لیے حاضر ہونا شامل ہیں؛ آیت میں یہ بھی حکم ہے کہ گواہوں کو جب بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں، کیونکہ گواہی چھپانا حق تلفی کا سبب بنتا ہے اور دوسری آیات میں گواہی چھپانے کو دل کے گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی آیت میں یہ اصول بھی دیا گیا کہ کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے، یعنی انہیں فریقین کی طرف سے دباؤ یا ضرر کا سامنا

نہ ہو، کیونکہ اگر دستاویز و گواہی سے وابستہ افراد کو نقصان پہنچے گا تو لوگ آئندہ یہ ذمہ داری لینے سے کترائیں گے اور پورا نظام کمزور پڑ جائے گا۔ فقہاء نے اسی باب میں شہادت کی دیگر شرائط جیسے عدالت یعنی دیانت داری، ضبط یعنی یادداشت کی مضبوطی اور معاملے کا براہِ راست علم بھی بیان کیے ہیں جن کی تفصیل فقہ کی کتب میں ملتی ہے۔ طلبہ کو اس بحث سے یہ اصول حاصل ہوتا ہے کہ شریعت نے حق کے ثبوت کو شخصی دعووں کے بجائے باقاعدہ شہادت و دستاویز کے نظام سے جوڑا ہے۔

جدول 1: آیتِ دَین سے اخذ شدہ بنیادی احکام

موضوع	حکم / ہدایت
تحریر	مقررہ مدت تک کے قرض کو لکھ لینا؛ مقدار و مدت واضح ہو
کاتب	انصاف سے لکھے؛ لکھنے سے بلاوجہ انکار نہ کرے
املا	مدیون املا کروائے، کمی نہ کرے؛ ناتواں کی طرف سے ولی املا کروائے
گواہ	دو مرد، یا عدم موجودگی میں ایک مرد و دو عورتیں؛ طلب پر حاضر ہوں
تحفظ	کاتب و گواہ کو ضرر نہ پہنچایا جائے؛ گواہی نہ چھپائی جائے
سفر کی صورت	کاتب نہ ملے تو رہن قبضے میں لیا جا سکتا ہے (2:283)

رہن، تجارتی استثنا اور اس نظام کی حکمتیں

آیتِ دَین کے فوراً بعد سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 283 میں سفر کی حالت کا حکم آیا ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ ملے تو قبضے میں لیا ہوا رہن کافی ہے؛ اس سے فقہاء نے رہن کے پورے باب کی بنیاد اخذ کی کہ قرض کی ضمانت کے لیے کوئی مال گروی رکھا جا سکتا ہے جو مدیون کی ذمہ داری کو محفوظ بنائے۔ اسی طرح نقد دست بدست تجارت کو تحریر کی پابندی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں تاخیر و نزاع کا اندیشہ نہیں ہوتا، البتہ اس میں بھی گواہ بنا لینا بہتر قرار دیا گیا ہے۔ ان احکام کی حکمتوں پر غور کیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام کے تین بڑے مقاصد ہیں: حقوق کا تحفظ تاکہ کوئی فریق بعد میں انکار یا تبدیلی نہ کر سکے، نزاعات کی پیش بندی کیونکہ زیادہ تر معاشی جھگڑے غیر تحریری معاہدوں سے پیدا ہوتے ہیں، اور معاشرے میں اعتماد کی فضا کیونکہ دستاویز و گواہی موجود ہونے سے ہر شخص اطمینان سے لین دین کرتا ہے۔ جدید دور کا اسٹامپ پیپر، رجسٹرڈ معاہدہ، بینک دستاویزات اور ڈیجیٹل ریکارڈ در حقیقت اسی قرآنی اصول کی نئی صورتیں ہیں، اس لیے فقہی تفاسیر کی یہ بحث آج کے طالب علم کے لیے براہِ راست عملی اہمیت رکھتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ فقہ نے تحریر و گواہی کے ملاقی دہانت کا بدل نہیں بنایا؛ اصل بنیاد تقویٰ ہے، جیسا آیت میں بار بار اللہ سے ڈرنے کی تاکید آئی ہے، دستاویز و گواہی اس تقویٰ کے ظاہری نظام ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیتِ دَین کی فقہی تفسیر سے قرض کے اقرار نامے اور گواہی کا مکمل ضابطہ سامنے آتا ہے: قرض کو مدت سمیت لکھنا، کاتب کا انصاف و غیر جانبداری، مدیون کا املا و اقرار، ناتواں کی صورت میں ولی کی ذمہ داری، دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی، کاتب و گواہ کے تحفظ اور سفر میں رہن کے جواز جیسے احکام اسی ایک آیت سے اخذ ہوتے ہیں۔ اس بحث سے یہ بڑا اصول ملتا ہے کہ اسلام معاشی معاملات کو بھروسے کے ساتھ ساتھ تحریر و شہادت کے نظام سے مضبوط کرتا ہے تاکہ حقوق محفوظ رہیں اور نزاعات پیدا نہ ہوں۔ طلبہ کے لیے عملی سبق یہ ہے کہ زندگی کے ہر مالی معاملے میں تحریر، وضاحت اور گواہی کی عادت اپنائیں اور اختلافی صورت میں علماء و قانونی ماہرین کی رہنمائی حاصل کریں۔

سوال نمبر 5: تبیان القرآن کی روشنی میں والدین اور رشتہ داروں کے حقوق (20 نمبر)

سوال نمبر 5: تبیان القرآن کی روشنی میں والدین اور رشتہ داروں کے حقوق پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

قرآن مجید نے انسانی معاشرے کی بنیاد حقوق کی متوازن تقسیم پر رکھی ہے اور اس میں سب سے مقدم حق اللہ کی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو قرار دیا ہے، اس کے بعد رشتہ داروں اور پھر دیگر طبقات کے حقوق آتے ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے تبیان القرآن میں ان آیات کی تفسیر میں والدین و اقرباء کے حقوق کو قرآن و حدیث و فقہ کی روشنی میں مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ اس جواب میں پہلے متعلقہ آیات کا عمومی مفہوم پیش کیا جائے گا، پھر والدین کے حقوق کی تفصیل، والدین کے بعد رشتہ داروں یعنی ذوی القربیٰ کے حقوق، صلہ رحمی کا حکم و فضیلت اور قطع رحمی کی مذمت اور آخر میں ان حقوق کی ادائیگی کے عملی طریقوں و حکمتوں پر سعیدی کے اندازِ تفسیر کی روشنی میں گفتگو کی جائے گی۔ یہ موضوع خالص اخلاقی و تعلیمی ہے؛ کسی خاندانی تنازعے کا فیصلہ اس نوٹ کا مقصد نہیں، عملی مشورے کے لیے خاندان کے بزرگوں اور علماء سے رجوع مفید رہتا ہے۔

متعلقہ آیات کا مجموعی خاکہ

اس موضوع کی مرکزی آیت سورۂ نساء کی آیت نمبر 36 ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی و اجنبی پڑوسی، پہلو کے ساتھی، مسافر اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ بھی بھلائی کرو۔ اسی طرح سورۂ اسراء کی آیات نمبر 23 و 24 میں والدین کے بارے میں خاص احکام آئے ہیں کہ ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ جھڑکو، ان سے نرمی سے بات کرو، عاجزی کے پر جھکا دو اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرو۔ سورۂ بقرہ، سورۂ انعام اور سورۂ لقمان میں بھی والدین و اقرباء کے حقوق کو عبادت و توحید کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا گیا ہے۔ تبیان القرآن میں سعیدی ان تمام آیات کو یکجا کر کے ایک جامع تصویر بناتے ہیں: حقوق کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے خالق کا حق، پھر والدین، پھر قرابت دار، پھر معاشرے کے کمزور طبقات۔ اس ترتیب میں یہ حکمت بھی ہے کہ انسان کی تربیت گھر سے شروع ہو کر معاشرے تک پھیلتی ہے اور جو شخص قریب ترین رشتوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ دور کے حقوق میں بھی کوتاہی کرتا ہے۔

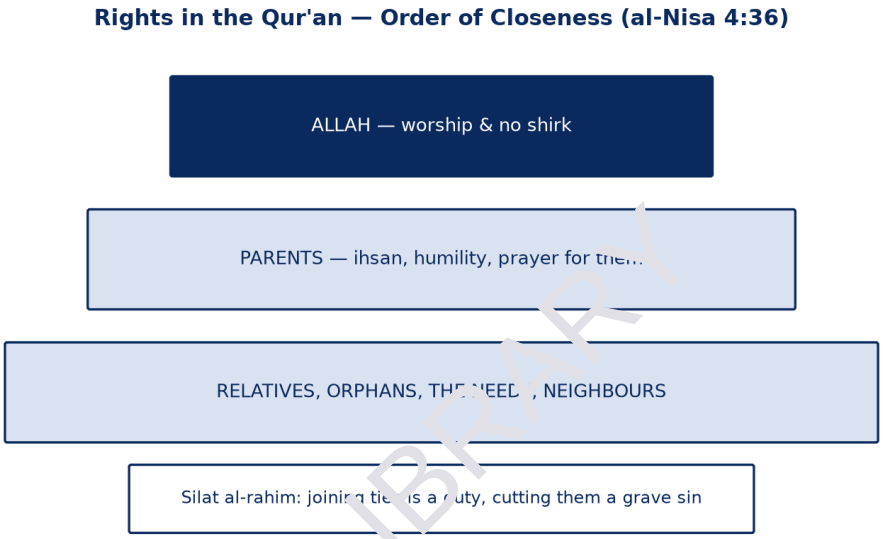

تصویر 1: سورۂ نساء (4:36) کی روشنی میں حقوق کی ترتیب: اللہ، والدین اور پھر اقرباء و معاشرہ۔

والدین کے حقوق: سعیدی کی تشریح

تبیان القرآن کی روشنی میں والدین کے حقوق کی تفصیل کئی پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ پہلا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ احسان یعنی بہترین سلوک کیا جائے؛ صرف برائی سے بچنا کافی نہیں بلکہ قول و فعل میں نرمی و محبت کا اظہار مطلوب ہے، خاص طور پر بڑھاپے میں جب وہ محتاج و حساس ہو جاتے ہیں، اس وقت معمولی بے رخی بھی انہیں سخت رنج پہنچاتی ہے، اسی لیے اف کہنے تک سے روکا گیا ہے۔ دوسرا حق اطاعت ہے کہ جائز و مباح امور میں ان کی بات مانی جائے؛ البتہ اگر وہ کسی گناہ یا شرک کا حکم دیں تو اس میں اطاعت نہیں مگر اس انکار کے باوجود دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رکھا جائے، جیسا سورۂ لقمان میں وضاحت آئی ہے۔ تیسرا حق ان کی خدمت و خبر گیری ہے؛ بیماری، بڑھاپے اور حاجت کے وقت ان کی جسمانی و مالی خدمت اولاد کی ذمہ داری ہے اور اسے احسان جتلا کر نہیں بلکہ شکر گزاری کے جذبے سے کرنا چاہیے۔ چوتھا حق ان کے لیے دعا ہے کہ زندگی میں بھی ان کی خیر مانگی جائے اور وفات کے بعد بھی رحمت و مغفرت کی دعا، صدقہ و ایصالِ ثواب اور ان کے وعدوں و قرضوں کی ادائیگی اولاد کے فرائض میں شامل ہے۔ پانچواں پہلو یہ ہے کہ والدین کے دوستوں و متعلقین سے بھی حسنِ سلوک رکھا جائے کیونکہ یہ بھی انہی کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ سعیدی نے ان حقوق کو احادیث کی روشنی میں بڑی محبت و تفصیل سے بیان کیا ہے جن میں والدین کی رضا کو اللہ کی رضا اور ان کی ناراضی کو اللہ کی ناراضی سے جوڑا گیا ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق اور صلہ رحمی

والدین کے بعد سب سے قریبی حق رشتہ داروں یعنی ذوی القربیٰ کا ہے۔ قرآن نے متعدد آیات میں رشتہ دار کو اس کا حق دینے کا حکم دیا ہے اور مال کی محبت کے باوجود اسے اللہ کے قریب ہونے والے مال میں شامل کیا ہے جو رشتہ داروں، یتیموں و مسکینوں پر خرچ کیا جائے۔ صلہ رحمی سے مراد رشتوں کو جوڑنا اور ان کے حقوق ادا کرنا ہے جس کی صورتیں حسبِ استطاعت مختلف ہو سکتی ہیں: ملاقات و خیریت دریافت کرنا، خوشی و غم میں شریک ہونا، حاجت کے وقت مالی مدد کرنا، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا اور اگر وہ بدسلوکی کریں تب بھی جواب میں اچھا برتاؤ رکھنا اعلیٰ درجے کی صلہ رحمی ہے۔ بیہاد دیسہ میں آیا ہے کہ اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو قطع کرنے والے سے بھی جوڑے رکھے۔ تبیان القرآن میں ان حقوق کو بیان کرتے ہوئے سعیدی نے یہ نکتہ اجاگر کیا ہے کہ رشتہ داروں کے حقوق میں قربت کا درجہ بھی ملحوظ رہتا ہے؛ قریب کے رشتے کا حق دور کے رشتے سے مقدم ہے اور میراث کی تقسیم میں بھی اسی قربت کا نظام رکھا گیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے واضح کیا ہے کہ صلہ رحمی صرف مال دینے کا نام نہیں، اس میں دل کی نرمی، زبان کی حفاظت اور باہمی اختلافات کو بڑھاوا نہ دینا بھی شامل ہے، کیونکہ اکثر خاندانی دوریاں مال کے بجائے زبان و رویے سے پیدا ہوتی ہیں۔

قطع رحمی کی مذمت اور حقوق کی حکمت

صلہ رحمی کی ضد قطع رحمی یعنی رشتے توڑنا ہے جس کی قرآن و حدیث میں سخت مذمت آئی ہے۔ سورۂ محمد میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو زمین میں فساد کریں اور اپنے رشتے کاٹیں، اور احادیث میں رشتہ توڑنے والے کے لیے سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں جن میں اس عمل کو جنت سے دوری کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے۔ تبیان القرآن میں سعیدی نے ان نصوص کو جمع کر کے اس نتیجے پر زور دیا ہے کہ قطع رحمی محض سماجی برائی نہیں بلکہ دینی نقصان ہے، کیونکہ رحم کا لفظ اللہ کے صفاتی نام رحمٰن سے ماخوذ بتایا گیا ہے اور اس نسبت کی حفاظت دراصل ایمان کا تقاضا ہے۔ ان حقوق کی حکمتوں پر غور کیا جائے تو کئی فوائد سامنے آتے ہیں: خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اس کی مضبوطی سے پورا معاشرہ مستحکم ہوتا ہے؛ والدین کی خدمت سے نسل در نسل احسان و شکر گزاری کی روایت قائم رہتی ہے؛ رشتہ داروں کی باہمی مدد سے معاشی و نفسیاتی سہارا ملتا ہے اور یتیم و کمزور افراد خاندان کے سائے میں محفوظ رہتے ہیں۔ جدید دور میں جب خاندانی نظام کمزور ہو رہا ہے، افراد دور دراز شہروں و ملکوں میں مقیم ہیں اور رابطے کے ذرائع آسان

ہونے کے باوجود دل دور ہوتے جارہے ہیں، اس موضوع کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے؛ فون و پیغام کے ذریعے بھی خیریت و تعلق کی حفاظت صلہ رحمی کی آسان صورت ہے جسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

جدول 1: والدین و رشتہ داروں کے حقوق کا خلاصہ

حقوق	طبقہ
احسان و نرمی، جائز امور میں اطاعت، خدمت و نفقہ، زندگی و وفات کے بعد	والدین
صلہ رحمی، حاجت میں مدد، عزت کی حفاظت، خوشی و غم میں شرکت	قریبی رشتہ دار
تعلق کی حفاظت، حسبِ استطاعت تعاون و خیر خواہی	دور کے رشتہ دار
ان کے دوستوں و عزیزوں سے حسنِ سلوک بھی والدین کے حق میں شامل	والدین کے متعلقین

حقوق کی ادائیگی کے عملی طریقے

تبیان القرآن کے مطالعے سے حقوق کی ادائیگی کے جو عملی طریقے سامنے آتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد والدین کی روزمرہ ضروریات، علاج و دوا اور رہائش و آرام کا خیال اپنی استطاعت کے مطابق مقدم رکھے اور ان سے مشورے کو زندگی کے فیصلوں میں شامل کرے تاکہ انہیں اہمیت کا احساس ہو۔ رشتہ داروں کے سلسلے میں باقاعدہ ملاقات یا رابطے کا معمول، بیمار پرسی، خوشی کے موقع پر مبارک باد و شرکت، غم میں تعزیت، مالی لحاظ سے کمزور رشتہ دار کی خاموشی سے مدد جس میں اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو، یہ سب صلہ رحمی کی عملی شکلیں ہیں۔ اختلاف کی صورت میں پہل کرنے والے کو احادیث میں افضل قرار دیا گیا ہے؛ اس لیے انا کو رکاوٹ بنانے کے بجائے نرمی سے مصالحت کی کوشش بھی انہی حقوق میں داخل ہے۔ ایک اہم احتیاط یہ بھی ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں دکھاوا و احسان جتلانا عمل کی روح ختم کر دیتا ہے، اس لیے نیت کی درستی کے ساتھ

خاموشی و اخلاص سے یہ فرائض ادا کرنے چاہئیں۔ سعیدی کے ہاں ان مباحث میں احادیث و آثار کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ موضوع ان کے نزدیک تفسیر کا مرکزی اخلاقی پیغام ہے، محض ضمنی بحث نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ تبیان القرآن کی روشنی میں اللہ کی عبادت کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے جن کے ساتھ احسان، نرمی، اطاعتِ جائز، خدمت و دعا کا حکم ہے، اور ان کے بعد رشتہ داروں کے حقوق آتے ہیں جن کا عنوان صلہ رحمی ہے اور جن کی ادائیگی کو اہلِ ایمان و اخلاص کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ قطع رحمی کی مذمت اور صلہ رحمی کی فضیلت پر قرآن و حدیث کے نصوص کو سعیدی نے جامع انداز میں جمع کر دیا ہے۔ طلبہ کے لیے اس نوٹ کا عملی پیغام یہ ہے کہ دینی علم کی اصل قدر اسی وقت ہے جب وہ گھر کے اندر حقوق کی ادائیگی میں نظر آئے؛ والدین کی خدمت اور رشتوں کی حفاظت وہ عبادت ہے جو انسان کو اللہ کے بھی قریب کرتی ہے اور معاشرے میں بھی محبوب بناتی ہے۔